



نقاب پوش

از : رومینہ سمرا ابراہم



<https://primeurdunovels.com/>

نقاب پوش

ناول نگار : رومینہ سمرا ابراہیم

قسط 1

اسلام علیکم دوستو!

یہ میری زندگی کا پہلا ناول ہے جو میں پرائم پبلشرز کی ویب سائٹ پر پبلش کروں گی اور ہر ناول نگار کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ میرے ناول کو دیکھنے والے پسند کریں اور اسے دوسروں کے ساتھ شیر کریں،

میں نے خود بھی بہت سارے ناول پڑھے ہیں اور جو بعض غلطیاں میں نے کچھ ناولز میں دیکھی ہے، میں نے پوری کوشش کی ہے کہ وہ غلطیاں میرے ناول میں نہ ہوں۔ اپنے ناول کے بارے میں چند چیزیں بتانا چاہوں گی کہ اور کچھ بھی ہو آپ میرے ناول کے کسی ایک سین میں بھی بوریت نہیں محسوس کریں گے اور یہ ناول ان لوگوں کیلئے بہترین ہے جنہیں کرائم سیریز، سسپنس، بیک سٹوریز اور لو سٹوریز پسند ہیں، میرے ناول کی سٹوری بالکل نئی ہے اور ٹپکل لو سٹوریز یا ٹوکسک ہیروز پر مبنی نہیں ہے کیونکہ میں اپنے ناول میں fantasy کے ساتھ حقیقت بھی دکھانا چاہتی ہوں اور آجکل ہمارے معاشرے کے جو تاریک پہلو ہیں ان کو بھی دکھانا چاہتی ہوں اور میری ناول کی سٹوری ٹوکسک mentality کو پروموٹ نہیں کرتی بلکہ سچی اور پاکیزہ محبت کو ظاہر کرتی ہے۔

میری گزارش ہے کہ آپ میرا ناول پڑھے جو میں ہر مہینے کے پہلے اور تیسرے اتوار کو قسط وار پبلش کروں گی اور اگر آپ یوٹیوب پر پڑھنا چاہتے ہیں تو ہر مہینے کی پہلی اور تیسری اتوار

کو f!cSndtips@ یوٹیوب چینل پر تصاویر سمیت پڑھ سکتے ہیں تو چلیے اب اس خوبصورت کہانی کے سفر کا آغاز کیجیے۔



رات کا وقت تھا۔ وہ آنکھیں سکریں پر جمائے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دکھ اور اُداسی واضح جھلک رہی تھی۔ اس وقت ٹی وی پر نشر کی جانے والی خبر درج ذیل تھی

"کون ہے یہ نقاب پوش قاتل جو پچھلے تین ہفتوں میں دو افراد کا قتل کر چکا ہے، کیا ہماری پولیس نے اب تک کچھ بھی کیا ہے یا آگے کوئی اسٹینڈ لینے کا ارادہ رکھتی ہے؟؟ جمیل خان اور آفتاب احمد کے قتل ہونے کا سوگ پورا شہر منا رہا ہے، شہریوں کا کہنا ہے کہ ایسی عظیم شخصیات کا قتل کر کے کسی کو کیا ہی حاصل ہوگا۔ آئیے ہم آپ کو ان کے سب سے عزیز دوست اور ساتھی سے ملواتے ہیں۔"

وہ لڑکی جو کرائم سین پر کھڑے ہو کر جرم کی خبر کو لائیو نشر کر رہی تھی اب وہاں سے ہٹ کر دو منٹ کا فاصلہ طے کر کے ایک شخص کے پاس آئی جو عمر میں قریباً پینتالیس سے پچاس برس کا لگ رہا تھا، رعب دار شخصیت کا مالک وہ شخص دکھ بھری نظروں سے اپنے مقتول دوست کے چہرے پر

سفید رنگ کا کپڑا ڈالتے دیکھ رہا تھا، رپورٹر کو دیکھ کر جلدی سے اپنی کترواں مونچھیں سیدھی کیں اور آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو چھپایا۔

وہ جو اس وقت اکیلے کمرے میں بیٹھی باپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کے رونے والی تھی دروازے پر دستک سن کے سیدھی ہوئی۔

آجائیں امی " اس نے بمشکل آنسو چھپاتے کہا تھا۔ دروازے سے ایک پینتیس چھتیس برس کی پرکشش خاتون داخل ہوئی جو پریشان دکھ رہی تھیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں تمہارے بابا ٹی وی پر وہ ٹھیک تو ہیں نا" اس عورت نے لڑکی کے ساتھ پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"امی مجھے تو اب ڈر لگنے لگا ہے دیکھے نا کیسے مارا ہے آفتاب انکل کو۔۔۔۔۔(سک)۔۔۔۔۔منہ کچل دیا ہے ان کا بھی۔۔۔آنسو اس کی آنکھ سے پڑا۔ جمیل انکل کو بھی ایسے ہی مارا تھا کہیں بابا کو بھی تو۔۔۔۔۔یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور اپنی ماں کی گود میں سر رکھا جبکہ ماں اپنی بیٹی کو تسلی دے دہی تھی۔۔۔۔۔لیکن خود انھوں نے بمشکل آنسو روکے تھے۔

دراصل کبیر حسین (لڑکی کا باپ) شہر کے جانی مانی شخصیات میں سے ایک تھا اور بہت اسر و رسوخ کا حامل تھا۔ اس کے گھر میں دو ہی افراد تھے (ملازموں کے علاوہ) اس کی بیوی سمینہ اور ان کی اکلوتی بیٹی سارہ۔

خوشخبری رائلٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

چند سال پہلے کبیر حسین نے اپنے دو سب سے عزیز دوست جمیل اور آفتاب کے ساتھ ایک ہسپتال کا افتتاح کیا تھا جس میں غریب اور مفلس لوگ جو پیسے نہ ہونے کے باعث اکثر بڑی بیماریوں کا علاج نہیں کر پاتے تھے، وہاں پر ان کے مفت آپریشنز اور علاج کرائے جاتے تھے۔ سارا شہر اس خدمت کے لئے ان کا شکر گزار تھا اور ان کی قدر کرتا تھا پر انھیں نظر لگ گئی جب ایک نقاب پوش قاتل

نے جمیل خان کو کیمرے کی نظروں کے سامنے مار ڈالا ابھی تک کسی کو یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ جمیل خان بغیر کسی گارڈ کے اتنے سنسان علاقے میں کیا کر رہا تھا؟؟؟ اور قاتل بانک پر آیا (اس نے ہیلیمٹ پہن رکھا تھا) اور کیمرے کو دیکھا پھر بھی اسے توڑا نہیں شاید وہ قتل کو سر عام کرنا چاہتا تھا اور کچھ دیر کی بات چیت کے بعد بے دردی سے اسے چاقو سے مار کر اس کا چہرہ بری طرح سے کچل دیا اور اس کچلے ہوئے چہرے پر چاقو سے ہی بڑا بڑا کر کے نقاب پوش لکھا، شاید وہ ایک سیریل کلر تھا۔

ابھی لوگ اس واقعے کو سمجھ اور اس سے سنبھل نہیں پائے تھے کہ ایک اور قتل بالکل اسی طریقے سے کیا گیا اور وہ قتل دوسرے دوست آفتاب کا تھا۔ آفتاب کے بیٹے کا کہنا تھا کہ وہ بھی رات کے وقت بغیر سیکیورٹی گارڈز کے نکلے تھے اب بچا تیسرا دوست کبیر حسین جس کی سیکیورٹی کو بڑھا دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اس کے گھر والے اسے کھونے سے خوف زدہ تھے۔

☆☆☆☆

کسی نامعلوم جگہ پر ایک کالے رنگ کی بانک کھڑی ہوئی جس پر بیٹھے شخص نے کالے رنگ کی پینٹ اور شرٹ پہن رکھی تھی اور اس پر کالے رنگ کی جیکٹ، سر پہ ہیلیمٹ لگایا ہوا تھا جسے اس نے اتار کر بانک ہینڈل پر رکھا، ہیلیمٹ کے اترتے ہی گھنے اور سلکی براؤن بال ماتھے پہ گرے تھے اور سامنے بنے بنگلے کے اوپر لگے ہوئی ڈم سی لایٹ میں گھنے اور خوبصورت بھنوروں کے سائے میں بنی ہوئی

☆☆☆☆☆

"میں ٹھیک ہوں بچے آپ جاو" وہ بمشکل حلق سے آواز نکال کر بول پایا تھا۔

"لیکن بابا۔۔۔۔۔"

Whatsapp : 03335586927

نے دوبارہ باندھ دئے۔ دودھ کی ملائی سا رنگ پچھلے کچھ دنوں سے ماندھ لگ رہا تھا اور خوبصورت بڑی آنکھیں جس کی پلکیں بھی اتنی ہی بڑی تھیں بجھی بجھی سی لگ رہی تھیں اور وہ چھوٹی پتلی سی ناک بھی لال تھی لیکن ہونٹ ابھی بھی تازہ گلاب کی پتیوں کی طرح گلابی اور خوبصورت تھے۔ اسی اداس انداز میں وہ بیچ پر بیٹھی ہوئی تھی لیکن سر ڈیسک پر تھا، وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ایک شناسا سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"سارہ، سارہ۔۔۔ یار تم یہاں ہو اور میں تمہیں پورے کیمپس میں ڈھونڈ رہی ہوں، آؤ کچھ کھالو ورنہ لُچ بریک ختم ہو جائے گی اور ویسے بھی آنٹی کا فون آیا تھا کہ تم نے ناشتہ نہیں کیا اور۔۔۔۔۔ یار بس کرو یہ سب تم کس چیز کا سوگ منا رہی ہو تمہارے بابا کو کچھ نہیں ہونا ہو گا اللہ پر بھروسہ رکھو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور زندگی موت پر بھی "" "" یہ کہہ کر وہ سارہ کے قریب آئی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی

"اب چلیں؟؟؟" کنزہ سارہ کو ہاتھ سے پکڑ کر کینیٹین لے گئی جبکہ وہ بے دلی سے اس کے ساتھ چلتی جا رہی تھی کھڑے ہونے کے بعد اس کا پانچ فٹ سات انچ کا قد مزید دراز لگ رہا تھا۔ کنزہ سے باتیں کرنے کے بعد وہ کافی حد تک بہتر دکھ رہی تھی اس کا موڈ کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو کنزہ جو یونیورسٹی کے پہلے سال سے ہی اس کی دوست تھی (اب آخری سال چل رہا تھا) اسے کسی نہ کسی طریقے سے

ہنسا ہی دیتی تھی۔ ابھی بھی وہ دونوں ہنستے ہوئے باتیں ہی کر رہے تھے جب سارہ کا دھیان دوبارہ اس چیز کی طرف گیا۔

"اُمم۔۔۔ کنزہ میں تم سے ایک بات پوچھوں؟؟؟"

"ہاں دو پوچھ لو" کنزہ نے بریانی کا چبچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کوئی میرے بابا جیسے اچھے انسان کو کیوں مارنا چاہتا ہے" وہ پھر سے اداس ہوتے ہوئے بولی۔

"کوئی نہیں مار رہا تمہارے بابا کو کوئی کیوں مارے گا تم فکر مت کرو سب بہتر ہوگا"

"تم نہیں جانتی یار۔۔۔ (آنکھوں میں نمی آئی) تمہیں لگ رہا ہوگا کہ میں اوور رینکٹ کر رہی ہوں پر

یقین کرو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کیونکہ ویسے تو جب موت آتی ہے تو بتا کر نہیں آتی لیکن مجھے تو پتا

ہے کہ میرے بابا کو بھی وہ بے دردی سے مار دے گا اور میں اسی طرح دیکھتی رہوں گی اپنے بابا کو

جاتے ہوئے مجھ سے نہیں ہوگا کنزہ وہ مجھے بہت عزیز ہیں" (وہ دوبارہ رو چکی تھی اور اس بار تو کنزہ

کی آنکھوں میں بھی دکھ تھا۔

"شکر ہے کہ موت کسی کو بتا کر نہیں آتی ورنہ اگر انسان کو پتا چل جاتا کہ وہ اتنے مہینوں، اتنے

دنوں، اتنے گھنٹوں میں مرنے والا ہے تو موت کا تو نہیں پتا پر وہ اس ڈر، خوف اور اپنوں کو چھوڑ

جانے کے غم سے ضرور مر جاتا" کنزہ نے سارہ کو گلے لگایا۔

☆☆☆☆

"جی سر میں پہنچ رہا ہوں بس تھوڑی دیر میں۔۔۔ جی جی بس نکل رہا ہوں اس پولیس وردی والے نوجوان نے ایس ایچ او کی گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس میں بیٹھ کر ہیڈ کوارٹر ز کی طرف نکل گیا۔ گاڑی میں بیٹھا وہ چھ فٹ ایک انچ کا ایک خوبصورت نوجوان تھا جو پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا، اس کے یونیفارم پر بنے تین سٹار واضح کر رہے تھے کہ وہ ایس ایچ او تھا، گاڑی میں سوار ہوتے ہی اس نے ہڑبڑاہٹ میں اپنے کالے گھنے بال سائڈ پہ کئے اور ساتھ ہی اپنی کالی ہلکی سی دھاڑی جو اسے مزید ڈے شنگ بنا رہے تھی، اس پر اپنا ہاتھ پھیرا پھر گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔

"ایس ایچ او ریحان اسفند رپورٹنگ سر" وہ کمشنر کے آفس میں داخل ہوتے ہی بولا تھا۔

"ویلم بیک ریحان تمہیں دیکھ کر اچھا لگا اچھا یہ بتاؤ کہ مشن کا کیا ہوا" کمشنر نے ریحان سے مخاطب ہو کر کہا جو چار ہفتوں پہلے اسلام آباد میں کسی خفیہ مشن کے تحت گیا تھا اور دو مہینے وہیں رہنے کا ارادہ تھا لیکن کمشنر سر نے اسے جلدی بلا لیا۔

"سر مشن تقریباً پورا ہو ہی چکا ہے لیکن سر کیا میں اتنا جلدی بلانے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں" اس نے تعجب سے سوال کیا کیونکہ جس خاص مشن پر وہ بھیجا گیا تھا اس سے ضروری اور کیا ہی ہو سکتا تھا۔

"دراصل ریحان۔۔۔ شہر میں بہت دہشت پھیل چکی ہے شہر کے دو عظیم لوگوں کو قتل کیا جا چکا ہے

"کمشنر صاحب نے ریحان کو سارا واقعہ سنا ڈالا جسے سننے کے بعد اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"سر ان چار ہفتوں میں اتنا سب کچھ ہو گیا، مجھے یقین نہیں آرہا"

"یہی تو۔۔ کسی کو سمجھ ہی تو نہیں آرہا کہ یہ سب اتنی اچانک کیسے ہوا خیر اس کیس کیلئے ہی تو میں نے تمہیں اتنے بڑے مشن سے واپس بلایا ہے"

"بھروسہ کرنے کا شکریہ سر انشاء اللہ جیسے پہلے کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا اس مرتبہ بھی نہیں دوں گا۔ لیکن پہلے مجھے مقتولین کی تصاویر بھیج دیں تاکہ تفتیش میں آسانی ہو"

کمشنر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون نکالا اور اس میں سے کچھ تصاویر ریحان کے نمبر پر بھیج دیں۔ ریحان نے اپنا سیل فون نکال کر تصاویر کو دیکھا اور دیکھ کر ہی چونک گیا، بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا

"جمیل اور آفتاب۔"

"کیا تم انہیں پہلے سے جانتے ہو" کمشنر نے سوال کیا۔

"ن۔۔ نہ۔۔ نہیں سر میرا مطلب ہے ہاں انہیں کون نہیں جانتا سر ان کی تو *خدمات* کے سب ہی گواہ ہیں" ریحان نے خدمات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تو پھر میں جاؤں سر؛ تفتیش بھی شروع کرنی ہے" کمشنر کے ہاں میں سر ہلانے کے بعد ریحان آفس سے باہر نکلا اور ابھی ہوئی سی حالت میں گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا۔

☆☆☆

"آنٹی پلیز آپ راضی کرے نہ اسے میری تو اس کے سوا کوئی دوست بھی نہیں ہے اور یہ بھی میری سالگرہ میں نہیں آئے گی تو میں کیا ہی انجئے کروں گی" کنزو منہ بناتے ہوئے سارہ کی امی سمینہ بیگم سے شکوہ کرتے ہوئے بولی "

"اچھا بابا تم فکر مت کرو میں اسے منالوں گی اب فون رکھو" سمینہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اب وہ سارہ کے روم کی طرف جانے لگی۔

نوک نوک^{^^^}

"آجائیں" کی آواز سن کر سمینہ بیگم روم میں داخل ہوئی۔

"اس نے آپ کو فون کیا تھا؟" وہ معمول کے مطابق کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"بیٹے دوست ہے وہ تمہاری، تمہارے جانے سے اسے خوشی ہوگی اور اسی بہانے تمہارا دھیان بھی بدل جائے گا کیونکہ اگر اسی طرح پلنگ پر پڑی رہو گی تو دماغ میں الٹے سیدھے خیالات آئیں گے اور خالی دماغ تو شیطان کا گھر ہوتا ہے، ویسے بھی چند گھنٹوں کی تو بات ہے جلدی آجانا واپس" سمینہ نے سارہ کو منانے کی ایک کوشش کی اور اب اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ پانچ منٹ اسی طرح خاموشی کے بعد سارہ نے اپنی ماں کو دیکھا جو ابھی تک جواب کی طلب گار تھیں۔

"اچھا چلی جاؤں گی ناب آپ جائیں یہاں سے مجھے پڑھنا ہے کل ٹیسٹ ہے میرا" وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"پکا جارہی ہو نہ کل رات کو کنزہ کو بتا دوں کال کر کے " "ہاں ہاں بتا دیں اسے آ جاوگی میں اب جائیں " وہ اکتاتے ہوئے بولی اور سمینہ کنزہ کو کال لگا کے باہر نکل گئی۔

☆☆

"نمبر ہیک ہو گیا اس کا؟؟؟" کوئی شخص سرد اور گہرے لہجے میں کسی سے مخاطب تھا۔ وہ ایک بنگلہ تھا جس میں قریباً بیس پچیس لوگ کمپیوٹرز میں لگے ہوئے تھے اور ایک شخص ان میں سے ایک کے قریب کھڑا اس سے مخاطب ہو کر ہو چھ رہا تھا۔

"جی بوس ہیک ہو گیا ہے نمبر"

"ہمم سم بدل دو اور فون پر نمبر ڈائل کر کے لے کر آؤ۔

"ہیلو انور کمال کیسے مزاج ہے تمہارے؟؟؟" وہ طنزیہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"ک۔۔۔کو۔۔۔کون بات کر رہا ہے "وہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

"ارے تم مجھے نہیں جانتے مجھے تو لگ رہا تھا میں بہت مشہور ہو گیا ہوں آفتاب اور جمیل کا قتل کرنے کے بعد " اس کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر طنز بھرا تھا۔

"م۔م۔م میں تم سے نہیں ڈرتا سمجھے ! میں یہ کال ریکارڈ کر رہا ہوں اور اس وقت میرے پاس میرے

گارڈز بھی موجود ہیں، میں تمہارے جھانسنے میں نہیں آؤں گا " اس نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"ہم پہلا والا طریقہ تو نہیں چلنے والا کیونکہ تمہاری ویڈیو نہیں ہے میرے پاس رہی بات گارڈز کی تو وہ تو صرف کرائے کے نوکر ہیں اور کال تو نہیں ریکارڈ ہو سکتی تو پھر ایک کام کرو دس تک گنتی گنو بلکہ میں خود گنتا ہوں " اس وقت انور کمال اپنے کمرے میں موجود تھا جس کا دروازہ اور ساری کھڑکیاں بند تھیں اور اس کے ساتھ اس کے تمام گارڈز موجود تھے اور وہ کال سپیکر پر لگائے ہوئے تھا۔ انور کمال ڈر کے مارے کانپ رہا تھا اور پسینہ مسلسل چھوٹ رہا تھا، نقاب پوش کی اس دھمکی کے بعد تمام گارڈز نے اپنی بندوقیں دروازے اور کھڑکیوں کی طرف تان لیں۔

"ایک۔۔۔۔دو۔۔۔۔تین، گنتی بڑھنے کے ساتھ انور کی حالت مزید خراب ہو رہی تھی اور اس کی دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ "چار۔۔۔۔پانچ۔۔۔۔چھ۔۔۔۔ساتھ۔۔۔۔آٹھ۔۔۔۔

نو۔۔۔۔دس" گارڈز فل الرٹ موڈ میں تھے اور کسی بھی طرف سے حملے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ انور نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے ہی دس کی آواز آئی۔۔۔۔ایک زوردار دھماکہ ہوا اور انور کمال کا پورا کمرہ گارڈز اور خود اس سمیت جل گیا۔۔۔۔دوسری طرف نقاب پوش زور زور سے ہنس کر قہقہے لگانے لگا۔۔۔

☆☆☆

ریحان فل سپیڈ میں گاڑی چلاتے ہوئے کسی جگہ کی طرف بڑھ رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ اگلا قتل کس کا ہو گا شاید وہ قاتل کو بھی جانتا تھا کیا جو وہ سوچ رہا تھا وہ صحیح تھا؟؟؟ کیا وہ ان دونوں کا قاتل

ہو سکتا تھا لیکن یہ کیسے ممکن تھا؟؟ ریحان اپنی الجھن میں اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں پر اسے جانا تھا اور جیسا کہ وہ سوچ رہا تھا وہاں پر پہلے سے ہی لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور حسب معمول میڈیا بھی وہاں پر موجود تھی اب اسے یقین آگیا تھا کہ جیسا وہ سوچ رہا تھا یہ سب ویسے ہی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر انور کمال کی لاش کو دیکھا جو بری طرح سے جل چکی تھی اور اس سمیت پانچ گارڈز بھی مر چکے تھے

☆☆☆

کبیر حسین سرخ آنکھوں سے خبریں دیکھ رہا تھا۔ دو تین منٹ دیکھنے کے بعد اس نے ٹی وی بند کر دیا تبھی سمینہ بیگم وہاں پر آئیں اس سے پہلے کہ وہ ان سے کچھ کہتی سارہ تیار ہو کر وہاں پر آئی۔ وہ کنزہ کی برتھ ڈے پارٹی میں جارہی تھی۔ اس نے بلیک کلر کا لونگ گاؤن پہنا ہوا تھا جس پہ بلیک رنگ کے خوبصورت موتی چمک رہے تھے جیسے ہیرے ہوں اور آستینیں فل تھیں۔ ساتھ ہی گلے میں بلیک رنگ کا دوپٹہ جھول رہا تھا، سلکی بال اس نے کرل کئے ہوئے تھے جو انھیں مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔ ہلکا سا میک اپ بھی کیا تھا اور پنک لپ سٹک لگائی ہوئی تھی۔

"بابا میں کنزہ کی برتھ ڈے پارٹی میں جا رہی ہوں" وہ پیچھے سے اپنے والد کو گلے لگاتے ہوئے بولی۔ "جاو میری جان اور اپنا خیال رکھنا، ڈرائیور کو ساتھ لیکر جانا" اس نے شفقت سے بیٹی کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بابا ڈرائیور پھر اکیلے نہیں چھوڑتا نظر رکھتا ہے جیسے میں نے کہیں بھاگ جانا ہے ویسے بھی کنزہ کی کنزن لینے آئی ہے مجھے میں اس کے ساتھ ہی جا رہی ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے بس خیال رکھنا اپنا"

"بیگ لے لیا اپنا؟؟؟" سمینہ بیگم جو کچھ سوچنے میں مصروف تھی دھیان پڑنے پر بولی۔

"اف میں بھی نا تھینکس ماما! ابھی لے کر آتی ہوں۔"

سارہ کے گھر سے نکلنے کے بعد؛

"کبیر آپ کو نہیں لگتا آپ کو سارہ کو اس طرح سے اکیلے نہیں بھیجنا چاہیے تھا کم سے کم کسی گارڈ کو ہی ساتھ بھیج دیتے آپ کو ڈر نہیں لگتا"

"کس بات کا ڈر؟؟؟"

"کیا بات کر رہے ہیں کبیر؟ آپ اچھی طرح سے سمجھ رہے ہیں میں کیا کہہ رہی ہوں"

"بس آگے کوئی اور لفظ نہیں" کبیر حسین نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔ "اور اب تک تو تمہیں سمجھ جانا"

چاہیے کہ یہ کون کر رہا ہے اور جو یہ سب کر رہا ہے مجھے نہیں لگتا کہ مجھے سارہ کو اس سے محفوظ

رکھنے کی ضرورت ہے اس لیے بے فکر رہو"

☆☆☆

ریحان اس وقت لائیوٹی وی پر آرہا تھا۔ میڈیا اس سے کچھ سوالات کر رہی تھی۔ اس وقت ریحان کافی حد تک معاملہ۔ سمجھ چکا تھا بس اب کنفرم کرنا تھا اور وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ کب میڈیا والے کوئی ایسا سوال کرے جس سے اسے وہ موقع مل جائے۔

"آپ اس شہر کے ایس ایچ او ہونے کے ناطے نقاب پوش کو کچھ کہنا چاہیں گے؟؟۔ آخر وہ سوال پوچھ لیا گیا تھا۔ ریحان نے ایک پر اطمینان مسکراہٹ دی

"میں بس اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ نقاب پوش کا *bp* کافی حد تک زیادہ ہو چکا ہے اسے چاہیے کہ *bp* کنٹرول کی میڈیسن لے ورنہ ہائی *bp* صحت کیلئے نقصان دہ ہو سکتی ہے " وہ اس ایک جملے میں تین مرتبہ bp کا لفظ استعمال کر چکا تھا اور اس لفظ پر زور بھی بہت دیا تھا۔ میڈیا والے کچھ سمجھ نہ سکے پر اتنا اونچا افسر بے معنی بات تو نہیں کرے گا۔

☆☆☆

دوسری طرف ڈیسک پر کسی نے بہت زور سے ہاتھ پٹکا۔

"کیا ہوا بوس آپ ٹھیک تو ہے نا؟؟؟" ایک شخص نے تیزی سے اندر آتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ ایس ایچ او کوئی ثاقب نامی شخص ہے تو پھر یہ ٹی وی پر مجھے کون نظر آرہا ہے؟؟؟"

"سر یہ آفیسر ریحان۔۔۔"

"میں جانتا ہوں کہ یہ کون ہے میں صرف اتنا پوچھ رہا ہوں کہ یہ یہاں پر کیوں ہے؟؟ وہ انتہائی غصے میں بات کر رہا تھا۔

"سر دراصل یہ آفیسر زیادہ تر شہر سے باہر رہتا ہے اور کافی بڑے بڑے کیسیس اس نے سولو کیے ہیں اسے کمشنر خفیہ مشنز پر بھیجتا ہے اور یہ ہمیشہ کامیاب لوٹ کر آیا ہے اور اس مرتبہ یہ شہر میں اس لیے ہے کیونکہ کمشنر نے اسے آپ کو پکڑنے کی ذمہ داری دی ہے

"ہممم ٹھیک ہے جاو" نقاب پوش نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا جسے وہ سمجھ گیا اور وہاں سے نکل گیا۔

"چلو پھر میں بھی دیکھتا ہوں ریحان خان کہ تم مجھے کیسے پکڑتے ہو"

☆☆☆

سارہ کنزہ کی کزن کے ساتھ برتھ ڈے ہال میں داخل ہوئی جسے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ہال جس علاقے میں تھا وہ تھوڑا سنسان تھا کیونکہ ہال کے پیچھے والی طرف گھنا جنگل تھا، دیم بلیک اور وائٹ تھی اس لئے سب بلیک یا وائٹ لباس میں ہی ملبوس تھے اور جگہ جگہ پر کالے اور سفید رنگ کے غبارے پڑے ہوئے تھے۔ ہال کی لائٹنگ میں سارہ کا شاندار لباس مزید شاندار دکھ رہا تھا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی سب کی نظریں سارہ پر جم چکی تھیں کیونکہ وہ لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی۔ سارہ کو دیکھتے ہی کنزہ بھاگ کر اس کے پاس آئی اور اس کے گلے ملی۔ کنزہ بھی سارہ جتنی ہی دراز قد کی

مالک تھی اور کافی پرکشش لڑکی تھی۔ اس نے بھی بلیک کلر کی میکسی پہنی ہوئی تھی جس پر برتھ ڈے گرل لکھا ہوا تھا۔ سب سے مل کر سلام دعا کرنے کے بعد اب سارہ پارٹی انجوائے کر رہی تھی، اس کے ہاتھ میں مینگو جوس تھا جسے وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر ختم کر رہی تھی۔ سارہ کب سے نوٹ کر رہی تھی کہ ایک لڑکا مسلسل اسی کی طرف عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا اس لئے وہ وہاں سے اٹھی اور دوبارہ کنزہ لوگوں کی طرف چلی گئی۔

☆☆☆

پارٹی ختم ہو چکی تھی۔ سب اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے، صرف چند ہی لوگ موجود تھے جن میں کنزہ، کچھ کلاسفیلوز اور کنزہ اور سارہ بھی شامل تھی۔ اب سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے تھے۔ سارہ اور کنزہ کی کنزہ کا گھر تھوڑا نزدیک تھا اس لئے سارہ اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ اس وقت کلثوم (کنزہ کی کنزہ) گاڑی میں بیٹھی تھی جبکہ سارہ کے گاؤن پر جوس گر گیا تھا اس لئے وہ اس وقت گرلز واش روم میں داغ صاف کر رہی تھی۔ عموماً سبھی لوگ جا چکے تھے اس لئے گرلز واش روم میں اس وقت سارہ اکیلی تھی۔ تبھی دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔ سارہ نے اوپر کی جانب نہ دیکھا کیونکہ اسے لگا کہ کلثوم اسے لینے آئی ہے۔

"کلثوم یار بس دو منٹ اور"۔ لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ جس نے دروازہ کھولا تھا وہ کلثوم نہیں تھی بلکہ وہ کوئی لڑکی بھی نہیں تھی۔ سارہ نے فوراً اوپر دیکھا۔ یہ تو وہ تھا جو پارٹی میں عجیب نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"تم۔۔ تم یہاں گرلز واش روم میں کیا کرنے آئے ہو؟؟ اس کی آنکھوں میں ڈر ابھرا۔

"کچھ نہیں بس میں نے سوچا کہ جانے سے پہلے اس حسین لڑکی سے مل لوں " وہ سارہ کی طرف اپنے قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

" پیچھے ہٹو۔۔ پی۔۔ پیچھے " تبھی اس نے سارہ کے دائیں ہاتھ کا آستین زور سے پکڑا۔ سارہ گھبراتے ہوئے اپنا آستین چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ مزید قریب آرہا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنا آستین کھینچا جو آدھا ہو چکا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑا اور سارہ دروازہ کھول کر بھاگ گئی۔ اس نے ہڑبڑاہٹ میں ہال کا مین گیٹ کھولا اور باہر نکل آئی۔ وہ پسینے سے مکمل طور پر شرابور ہو چکی تھی، گھبراہٹ میں اس سے بھاگا بھی نہیں جا رہا تھا اور وہ اپنا دوپٹہ واش روم میں پھینک چکی تھی۔ وہ چلانے لگی

"کوئی ہے کوئی ہے پلیز میری مدد کرو اور مجھے بچاؤ" لیکن کوئی سننے والا نہیں تھا کیونکہ اسے اب سمجھ آیا کہ وہ جلدی میں مین گیٹ کی بجائے پچھلے دروازے سے نکلی تھی اور وہ صرف سنسان جنگل تھا۔ پیچھے سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

"کہاں ہو اے حسینہ بھاگ کر کدھر جاو گی کوئی راستہ نہیں ہے تمہارے پاس " وہ وحشی انداز میں بات کر رہا تھا۔ سارہ کو اس ایک پل میں اپنی پوری زندگی ڈوبتی ہوئی نظر آرہی تھی اور اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا جہاں سے وہ جا سکے اور نہ ہی کوئی تھا جو اس کو بچا سکے اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا جس کی آدھی آستین پھٹ چکی تھی۔ دائیں ہاتھ پر جلنے کا نشان تھا اور تین حروف لکھے تھے جو آگ کے جلانے سے بنے تھے *sra* سارہ بالکل بے بس تھی۔۔۔۔۔

جاری ہے،،،،،